اقبال کا تصور جمہوریت

آئی۔ اے۔ رحمٰن

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

علامہ اقبال کے تصور جمہوریت پر بحث کرنے سے پہلے یہ فیصلہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمہوریت کے قائل تھے بھی یا نہیں۔ ان کے کئی اشعار جو ایک زمانے میں زبان زد خاص و عام تھے اور آج بھی دہرا دیئے جاتے ہیں، بظاہر جمہوریت سے انحراف کی تعریف میں آتے ہیں۔ اور کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جن میں سیاست ایسی شرائط کی پابند کر دی گئی کہ عملاً جمہوریت کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ اس لئے مزید اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ نظریہ پاکستان کے بعض نئے موجد اقبال کے حوالے سے جمہوریت گریز تصورات عوام پر ٹھونسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اقبال کے ساتھ وہی ہو رہا ہے جو دنیا کے تقریباً ہر بڑے مفکر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ قرآن کا مطالعہ کرنے والے پرانے مذاہب کے پیروکاروں کی اس کج روی سے آگاہ ہیں کہ وہ الہامی پیغامات میں تحریف کرتے رہتے تھے۔ تحریف کے علاوہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے مضامین سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے مطلب کے مطابق عقیدہ گھڑ لیتے اور ناپسند ہدایات نظرانداز کر دیتے تھے۔ چونکہ اقبال کے فکر میں وقت کے ساتھ خاصی تبدیلی واقع ہوئی، ان کے نظریات کی حسب منشا تاویل زیادہ مشکل نہیں۔ اس صورت حال کی طرف بہت پہلے ولفرڈ کانٹویل سمتھ نے اشارہ کیا تھا کہ وقت آئے گا جب پاکستان میں ترقی پسند اور رجعت پسند دونوں اپنے اپنے مسلک کی سند اقبال سے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اس لئے کہ اقبال نے دونوں کے لئے خاصا مواد چھوڑا ہے اور وہ اپنے خیالات کی تردید کرنے سے گھبراتے بھی نہیں۔ ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنے مضمون "جمہوریت اقبال کی نظر میں" میں بہت دھیمے انداز میں تسلیم کیا ہے کہ علامہ نے جمہوریت کے بارے میں جو کچھ نثر اور نظم میں کہا، بعض صورتوں میں ان کے بیانات ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور بعض ایک دوسرے سے قطع نظر۔

اقبال کی جمہوریت سے بیزاری ثابت کرنے کے لئے جو اشعار پیش کئے جاتے ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ایک حصے میں وہ اشعار آتے ہیں جن میں جمہوری نظام کو نتائج کے اعتبار سے ہدف بنایا

گیا ہے، جیسے

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

○

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظام جمہوری

○

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے

اگر ان اشعار کو زمانے کے واقعات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں کہ ان کے محرکات یورپی ممالک کی پالیسیوں میں تضادات تھے۔ کسی ذی شعور کے لئے انگلستان کی جمہوریت اور اس کی امپیریلسٹ پالیسی میں تضاد نظرانداز کرنا ممکن نہ تھا، نہ ہی برصغیر میں منتخب اداروں کے ذریعے نوآبادیاتی نظام کو دوام دینے کی حکمت عملی سے گریز ممکن تھا۔ ایک اور وجہ علامہ کی مغربی ممالک کے جمہوری نظام سے بیزاری تھی جس کی بنیاد وطنیت اور سرمایہ داری کے اصولوں پر تھی۔

دوسرے حصے میں وہ اشعار آتے ہیں جن میں اقبال نے جمہوری طرز حکومت کی اصلیت کو نشانہ بنایا ہے، جیسے

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
گرمئی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

○

اس راز کو اک مردِ فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

○

گریز از طرزِ جمہوری　　غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

ان اشعار میں بنائے تنقید تین نکات ہیں۔ اول یہ کہ یورپ میں شہنشاہیت کی پسپائی اور جمہوری نظام کے ارتقاء سے ان ممالک کے امپیریلسٹ کردار اور کمزور اقوام کو غلام بنانے کی روش میں کوئی فرق نہیں پڑا، یعنی جمہوری نظام کو بین الاقوامی لوٹ کھسوٹ کے کاروبار کو جاری رکھنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ دوم یہ کہ جمہوری طرزِ حکومت میں بھی سرمایہ دارانہ نظام کی چیرہ دستی جاری رہی۔ اور سوم یہ کہ جمہوری نظام میں فیصلے کثرتِ رائے سے ہوتے تھے خواہ رائے عقل و انصاف کے منافی ہو کیونکہ انتخابی عمل کے ذریعے ایسے لوگ قانون ساز مجالس میں آ جاتے تھے جنہیں قوم کے بہترین دماغ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ یہ اعتراضات نوآبادیوں کے باشعور طبقے ہی میں نہیں یورپی ممالک میں بھی کئے جاتے تھے اور بہت سے مقتدر افراد نے افلاطون کے نظریہ فلسفی بادشاہوں کے اتباع میں تجاویز پیش کیں کہ جمہوریت کو نکھارنے کے لئے مجالس اقتدار میں صرف ماہرین چنے جائیں۔

ہماری نظر میں ایسے اشعار سے اقبال کا جمہوریت سے انکار ثابت نہیں ہوتا۔ علامہ نے متعدد اشعار میں شخصیت، اداروں اور واقعات کا ذکر محدود حوالوں سے کیا ہے، اور توصیفی یا تنقیدی اشاروں سے موضوع کے بارے میں اقبال کے نظریات کا فیصلہ کرنے میں احتیاط ضروری ہے۔ اقبال نے تو رام، گورونانک، نپولین اور مسولینی کے لئے بھی محدود حوالوں سے توصیفی کلمات استعمال کئے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ان شخصیات کے مقلد ہو گئے۔ اسی طرح جمہوری نظام کی مخصوص حالات میں کارکردگی پر تنقید سے نظام کی اصل کا رد کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ جہاں تک دو سو گدھوں کی رائے کے ایک انسان کی فکر سے کمتر ہونے کی بات ہے تو ایک جگہ وہ ایک ناخواندہ دکاندار کو ایسے پر مغز اور کلچرڈ گریجویٹ پر فوقیت دیتے ہیں جو اپنی غلامی پر فخر کرتا ہے۔ اپنے اس اعتراض کا جواب علامہ نے خود ہی اپنے چھٹے لیکچر میں ان الفاظ میں دیا

ہے:

"اجتہاد کے اختیار کی مکاتب (فقہ) کے نمائندہ افراد سے ایک مسلم قانون ساز اسمبلی کو منتقلی کی صورت میں ہی موجودہ دور میں اجماع ممکن ہے۔ اس طرح قانونی مباحث میں عام لوگ شامل ہو جائیں گے اور وہ معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ صرف اسی صورت میں ہم اپنے قانونی نظام کی سوئی ہوئی روح کو فعال بناسکتے ہیں۔"

جب اقبال فقہ کے باب میں عام لوگوں کو مکاتب فقہ کے اساتذہ پر فوقیت دیتے ہیں تو وہ دنیوی معاملات میں عوام کی رائے کیسے مسترد کر سکتے ہیں۔ یہی نتیجہ اقبال کی اس دلیل سے اخذ کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے نطشے کے "ہجوم کی حکومت" پر اعتراض کے جواب میں پیش کی' اور جس میں اسلام کے ابتدائی دور میں عوام کی صفوں میں سے اصحاب حیات و قوت نمودار ہونے کا تذکرہ تھا۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اقبال جمہوریت کے قائل تھے اتنا بھی شاید کافی ہے کہ ملوکیت سے انہیں شدید نفرت تھی' جتنی بیزاری مغربی سامراج سے تھی اسی قدر بیزاری عرب سماج سے تھی۔ انہوں نے بادشاہوں (یا ایسے دوسرے حاکموں) کے ظل الٰہی کے دعووں کو بھی مسترد کیا' یہ کہہ کر کہ پوری تاریخ میں صرف ایک حکمران یعنی پیغمبر اسلام کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انہیں الٰہی استحقاق حاصل تھا۔

اب نہ کوئی پیغمبر ہو سکتا ہے نہ ایسے حالات جن میں مدینے کی ریاست قائم کی گئی' اس لئے اقبال کو ایسا نظام حکومت بھی منظور نہیں ہو سکتا جس کا سربراہ ظل الٰہی ہونے کا دعویٰ کرے۔

لیکن ہمیں اس Process of elimination پر تکیہ کرنے کی ضرورت نہیں' کیونکہ اقبال نے واضح الفاظ میں جمہوریت پر اعتقاد کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے بارہا کہا کہ وہ خود کو سیاسی مفکر نہیں سمجھتے تھے' وہ ہر مسئلے کو اپنے اسلام کے مطالعے کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ مشکل ضرور ہے کہ علامہ نے سیاست اور جمہوریت کے معاملات پر توجہ اور تفصیل سے بحث صرف انگریزی زبان میں کی ہے' اس لئے حوالے وہیں سے دیئے جا سکتے ہیں۔ اپنے ایک مضمون "Political thought in Islam" میں وہ مختلف اسلامی مکاتب کے نظریات پر بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں:

"واضح ہے کہ قرآن میں درج بنیادی اصول الیکشن کا اصول ہے' جس کی تفصیل' یعنی اس اصول سے حکمرانی کی قابل عمل سکیم اخذ کرنے کا کام' دوسرے تقاضوں کی

روشنی میں طے کرنے کے لئے چھوڑ دی گئی۔"

اقبال کی جمہوریت پرستی جن عناصر سے مرکب ہے ان پر بھی غور کرنا لازم ہے' وہ ابن آدم کو مخلوق ہی نہیں خالق بھی قرار دیتے ہیں' ایسی ہستی جس کی تلاش خدا کو بھی ہے' جو خالق حقیقی کی بنائی ہوئی دنیا کو سنوارنے اور سجانے کا ہنر جانتا ہے' جو اپنے معاملات خود طے کر سکتا ہے' جس کے اور خدا کے درمیان کسی رابطے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے وہ انسانی تنظیموں کی بنیاد توحید کو قرار دیتے ہیں جس کی اصلیت مساوات' یکجہتی اور آزادی میں ظاہر ہوتی ہے۔ ان تصورات کی کسوٹی پر صرف جمہوریت پوری اترتی ہے۔ چنانچہ وہ جمہوری طرز حکومت کو مغرب کی اختراع تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس نظام کو اسلام کا نصب العین قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے یہ عبارت :

"دور حاضر میں' مسلمان ممالک میں سیاسی زندگی کے آثار نظر آتے ہیں۔ مصر کو انگلستان نے قوت بخشی ہے۔ ایران کو شاہ نے آئین عطا کر دیا ہے۔ اور نوجوان ترکوں کی جماعت بھی یہی مقصد حاصل کرنے کے لئے جدوجہد' منصوبہ بندی اور سازش کر رہی ہے۔ لیکن ان سیاسی مصلحین کے لئے ازحد ضروری ہے کہ وہ اسلامی دستوری اصولوں کا بغور مطالعہ کریں' اور اپنے عوام کے سامنے ایک نئی تہذیب کے نقیب بن کر ان کی فطری اور شک سے بھری قدامت پرستی کو دھچکا نہ پہنچائیں۔ وہ اپنے عوام کو یقیناً زیادہ متاثر کر سکیں گے اگر وہ واضح کر دیں کہ ان کا سیاسی آزادی کا بظاہر مانگا ہوا نصب العین درحقیقت اسلام کا نصب العین ہے' اور سیاسی آزادی آزاد مسلم ضمیر کا جائز مطالبہ ہے۔"

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ یہ اقتباس ایسے مضمون سے ہے جو ۱۹۰۸ء کے لگ بھگ لکھا گیا' بعد میں علامہ نے مغرب کے سیاسی اثرات کے بارے میں رائے تبدیل کر لی تھی' لیکن جو لوگ اقبال کے ناتے سے مغربی تصورات اور علوم کو یکسر رد کرنے کے جنون میں مبتلا ہیں وہ اقبال کی مستند ترین تحریر Reconstruction of Religious Thought in Islam کا پہلا لیکچر دیکھ لیں جس میں علامہ کہتے ہیں کہ اسلامی مذہبی فکر کے پانچ سو سالہ دور جمود میں یورپ نے اسلامی دنیا سے استفادہ کیا۔ اسلامی دنیا کے مغرب کی طرف رجوع کرنے میں کوئی قباحت نہیں' صرف ڈر یہ ہے کہ مسلمان مغربی تہذیب کی ظاہری چمک میں گم ہو کر اس کی اصلیت تک پہنچنے سے قاصر نہ رہ جائیں۔ اسلام کے احیاء کے دور میں یہ ضروری ہے کہ ہم آزادانہ طور پر یورپ کی فکر کو پرکھیں اور دیکھیں کہ اس کے نتائج اسلام کے دینی فکر پر نظرثانی کرنے' اور اگر ضروری ہو تو

اس کی تشکیل نو میں، ہمیں کس حد تک مدد دے سکتے ہیں۔

یعنی اقبال یورپی علوم کی روشنی میں اسلامی فکر کی تشکیل نو کو جائز قرار دیتے ہیں، وہ جمہوریت کو مغرب کا پودا قرار دے کر کیسے اس سے انحراف کر سکتے ہیں۔

اقبال کی نظر میں صحیح جمہوری نظام میں بنیادی اکائی فرد ہے کیونکہ وہ سیاسی تنظیم کی بنیاد ہم خیال انسانوں کے اکٹھے ہونے پر رکھتے ہیں اور رنگ، نسل، زبان، وطن کی بنیاد پر انسانیت کی تقسیم کو ابن آدم کی ترقی کے راستے میں بڑی رکاوٹ قرار دیتے ہیں، لیکن وہ سیاسی نظریات کو بار بار زمانے کے حالات کے مطابق ڈھالنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اس دلیل کی بنا پر انہوں نے خلافت کے نظام کے اختتام پر صاد کیا اور کہا کہ اب چونکہ الگ الگ مسلمان مملکتیں وجود میں آ چکی ہیں، لہٰذا یہی مناسب ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ داخلی استحکام حاصل کریں اور پھر مل کر ایک دولت مشترکہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔

اقبال کے فلسفہ سیاست پر بحث کرنے والے تقریباً سب ہی اکابرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ علامہ نے جمہوریت کے تمام لوازمات پر سیر حاصل بحث نہیں کی، لیکن جمہوری نظام کے بعض اہم ترین پہلوؤں پر، جو پاکستان میں آج بھی موضوع بحث ہیں، ان کی رائے موجود ہے۔

مثلاً ریاست اور مذہب کے تعلق پر ان کا نظریہ واضح ہے۔ انہوں نے یہ ضرور کہا کہ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی، اور یہ بھی کہ اسلامی اصول سیاست میں دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن وہ دین اور سیاست کے ان کرداروں سے متفق نہیں جو یورپ کے سیاسی ارتقاء میں نظر آتے ہیں۔ وہ دین کو ایک اخلاقی قدر کے طور پر استعمال کرتے ہیں جس کے بغیر ریاست جبر کا کارخانہ بن جاتی ہے۔ دین اور سیاست کے اتصال سے ہرگز ان کی مراد ریاست پر خودساختہ مذہبی پروہتوں کا تسلط نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ریاست سے مراد مساوات، یکجہتی اور آزادی کی اقدار کو زمان و مکان کی موثر قوتوں میں تبدیل کرنے اور ان کی بنیاد پر ایک واضح انسانی تنظیم بنانا ہے۔ صرف ان معنی میں اسلام میں ریاست تھیوکریسی ہے، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کا صدر خدا کا زمین پر کوئی ایسا نمائندہ ہے جو اپنے آمرانہ حکم کو خطا سے بری ہونے کے دعوے سے چھپا دے۔ روح فطری، مادی اور سیکولر معاملات میں پائی جاتی ہے۔ جو کچھ سیکولر ہے وہ بھی اپنی اساس میں مقدس ہے۔ ایک ناپاک دنیا کا تصور بے بنیاد ہے۔ سارا میدان عمل مقدس ہے جیسا کہ رسول اللہ نے کہا ہے "سارا کرۂ ارض ایک مسجد ہے۔" اسلام کی نظر میں ریاست انسانی تنظیم میں روح کا مقام پانے کی ایک کوشش ہے لیکن ان معنی میں ہر ریاست جو صرف حاکمیت کے اصول پر مبنی نہ ہو اور جو اعلیٰ

اصولوں کے لئے کوشاں ہو تھیوکریسی ہے۔

یعنی اقبال ایک سیکولر جمہوریت کے قائل ہیں جو اپنی اساس میں اٹل اخلاقی اور مذہبی اقدار سے مالامال ہو۔

علامہ نے واضح طور پر یہ بھی کہا ہے کہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق انسانی فکر کا ارتقاء لازمی ہے۔ سیاسی نظام کو عہد کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ایک طرف، وہ تو پیغمبروں کو موصول ہونے والی وحی کو بھی عصری تقاضے کا جواب قرار دیتے ہیں۔ ایک مورخ نے جب اس امر پر حیرت کا اظہار کیا کہ عرب میں اسلامی تہذیب کا ظہور ایسے وقت ہوا جب اس کی شدید ضرورت تھی تو علامہ کہتے ہیں:

> "اس امر میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ عالمی حیات intuitively اپنی ضرورت کا ادراک کرتی ہے اور critical moments میں اپنی راہ متعین کرتی ہے۔ یہ ہے جسے ہم مذہب کی زبان میں پیغمبروں پر نازل ہونے والی وحی کہتے ہیں۔"

جمہوریت کا اہم ترین اصول منتخب نمائندوں کے ذریعے قانون سازی ہے۔ اس بارے میں بھی اقبال کا نظریہ واضح ہے۔ ان کے نزدیک اسلامی ریاست میں قانون سازی کا مکمل اختیار منتخب اسمبلیوں ہی کو ہے۔ منتخب اسمبلی تمام امور میں اجتہاد کر سکتی ہے۔ اقبال مسلمہ مکاتب فقہ کی تقلید کو یکسر رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اجماع اسلام کا اہم ترین قانونی تصور ہے۔ ان کے نزدیک قرآنی احکامات کی پابندی تو مسلمان ریاست پر فرض ہے لیکن وہ ابوحنیفہ کے اتباع میں حدیث کو فقہ کی لازمی بنیاد نہیں مانتے بلکہ صاف کہتے ہیں کہ صحابہ کے واقعات سے متعلق فیصلے تو تسلیم کئے جانے چاہئیں لیکن وقیع اصولوں کی interpretation کے لئے ان کی تقلید لازمی نہیں۔ سنت کو قانون کی بنیاد بنانے میں غور و فکر کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے وہ شاہ ولی اللہ کا حوالہ تو صیفی انداز میں دیتے ہیں کہ پیغمبر اصول تو ساری انسانیت کے لئے بناتے ہیں لیکن concerete cases میں ان اصولوں کا اطلاق گردوپیش کے عوام کی مخصوص عادات کی روشنی میں ہی کرتے ہیں، لہٰذا جرائم کی سزاؤں کے بارے میں اس اصول کی بنیاد پر وضع کئے گئے شرعی احکام صرف انہی لوگوں کے لئے مخصوص تھے جن کے لئے وہ وضع کئے گئے، اور چونکہ ان پر کاربند رہنا ہی بنیادی مقصد نہیں ہو سکتا، ایسی سزاؤں کو سختی سے آئندہ نسلوں پر نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

قانون سازی میں علماء کا کیا عمل دخل ہونا چاہئے، اس بارے میں بھی اقبال کا مسلک صاف ہے۔ وہ اسمبلیوں میں مروجہ طریقوں سے علماء کے منتخب ہو کر قانون سازی کے عمل میں

شریک ہونے کی تائید تو کرتے ہیں، لیکن اسمبلی سے باہر ان کا کوئی کردار تسلیم نہیں کرتے، حتیٰ کہ انہیں ایران میں مجلس کے ساتھ علماء کے مشاورتی بورڈ کے قیام پر بھی اعتراض ہے۔ اگر علامہ کی رائے پر عمل کیا جائے تو پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کا جواز نظر نہیں آئے گا۔

قانون سازی کیا ریاست اور جمہوری نظام سے متعلق تمام امور میں اقبال ماضی کی روایات کا صرف ایک حد تک احترام کرتے ہیں، ہر معاملے میں روایت کی پابندی ان کے نزدیک زہر ہے۔ انہیں شکایت ہے کہ سلاطین نے مستقل اسمبلیوں کے ڈر سے اجتہاد کا دروازہ بند کرا دیا، بغداد کی تباہی کے بعد قدامت پسند مفکرین نے جیسا نظام اس وقت تک بنا تھا اسی کو مستقل کرنے کا فیصلہ صادر کر دیا اور شریعت میں innovation کی ممانعت کر دی۔ اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

> "پس ماضی کی تاریخ کی جھوٹی پرستش اور اس کا مصنوعی احیاء کسی قوم کی ابتری کا علاج نہیں۔"

پاکستان میں ماضی کی جھوٹی پرستش کی ایک مثال جداگانہ طرز نیابت پر اصرار ہے۔ اقبال جداگانہ طرز نیابت کی صرف اس حالت میں حمایت کرتے تھے جب پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں کو ان کی اکثریت کے حق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اس ترکیب کے جواز میں انہوں نے کسی اسلامی نظریے کا سہارا نہیں لیا۔ ان کا خطبہ الہ آباد اور ۱۹۳۲ء میں لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب پڑھ لیجیے۔ اول الذکر ایڈریس میں علامہ کہتے ہیں:

> "اگر صوبوں کی اس طرح حد بندی کر دی جائے کہ ان میں نسبتاً homogeneous قوتوں کو یعنی جن میں لسانی، نسلی، ثقافتی اور مذہبی یکسانیت ہو، تحفظ مل جائے تو مسلمانانِ ہند کو territorial electorates پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

دوسرے خطاب میں انہوں نے گول میز کانفرنس کے دوران پنجاب کے بارے میں Corbett کی سکیم کا ذکر کیا کہ وہ ان کی اپنی تجویز سے خاصی مشابہت رکھتی تھی جو انہوں نے مسلم لیگ کے اجلاس میں پیش کی تھی یعنی پنجاب سے انبالہ ڈویژن خارج کر دو تو مخلوط طرز انتخاب منظور۔

تو جناب اب پنجاب میں انبالہ ڈویژن تو کیا جالندھر ڈویژن بھی شامل نہیں ہے، پھر جداگانہ طرز انتخاب پر اصرار اقبال سے وفاداری تو نہ ہوئی۔

ممکن ہے میری معروضات کے بارے میں کہا جائے کہ میں نے اقبال کے ارشادات سے اپنے مطلب کی باتیں چن لی ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ بات صحیح ہو، لیکن اقبال کی میراث پر رجعت

پسندوں کی یلغار کے پیش نظر تصویر کا دوسرا رخ پیش کرنے کی کچھ اجازت تو ہونی چاہیے۔ اصل بات تو یہ ہے ہم نے اقبال ہی سے سیکھا ہے کہ اپنے تمام پیشروؤں کے خیالات کو عصری تقاضوں کے مطابق جانچا جائے' پاکستان کے ہر شہری کو حق حاصل ہے کہ اپنے فکری اثاثے میں سے جو کچھ عہد کے مطابق ہو چن لے اور باقی کو ادب سے تہ کر کے رکھ دے۔ جو بات منافقانہ ہے وہ یہ کہ اقبال کے اثاثے میں سے کچھ باتیں چن کر دعویٰ کیا جائے کہ صرف یہی ہدایت ملی ہے۔

اجازت دیجئے کہ میں اس مضمون کو اقبال کے الفاظ پر ہی ختم کروں جو انہوں نے Reconstruction کے دیباچے میں رقم کئے ہیں:

"فلسفیانہ فکر میں حتمی بات کا کوئی تصور نہیں۔ جیسے جیسے علم کا فروغ ہو گا اور فکر کے نئے میدان کھلیں گے' دوسرے نظریات اغلباً" ان لیکچرز سے بہتر نظریات' سامنے آ سکتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ انسانی فکر کے ارتقاء پر نظر رکھیں اور اس کے بارے میں آزاد اور ناقدانہ رویہ اپنائے رکھیں۔"

Discover the wide world of Islamic literature

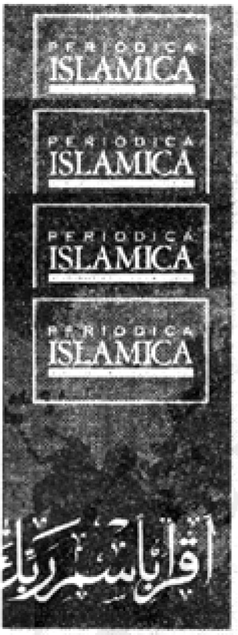

The journal is produced to a very high standard, and should be a very useful source for all libraries and information users concerned with Islamic issues.
Information Development (London), Volume 7, Number 4, pages 241-242

This journal is doing a singular service to the cause of the publicity of periodical literature on Islamic culture and civilization in all its diverse aspects. Every scholar of Islamic Studies should feel indebted to you for this service.
PROFESSOR S.M. RAZAULLAH ANSARI
President, International Union of History and Philosophy of Science (IUHPS)
Commission for Science and Technology in Islamic Civilization, New Delhi, India

(Periodica Islamica is) an invaluable guide...
PROFESSOR BILL KATZ
Library Journal (New York), Volume 118, Number 21, page 184

Periodica Islamica *is a most valuable addition to our reference collection.*
PROFESSOR WOLFGANG BEHN
Union Catalogue of Islamic Publications, Staatsbibliothek Preussischer Kulturbesitz
Berlin, Germany

It is recommended for all research libraries and scholars of the Islamic viewpoint.
DR. RICHARD R. CENTING
MultiCultural Review (Westport, Connecticut), Volume 2, Number 1, page 40

You should be congratulated on Periodica Islamica *which should prove to be a valuable journal to persons interested in Islam and the entire Muslim World.*
AMBASSADOR (RTD.) CHRISTOPHER VAN HOLLEN
The Middle East Institute, Washington, DC, USA

Periodica Islamica is an international contents journal. In its quarterly issues it reproduces tables of contents from a wide variety of serials, periodicals and other recurring publications worldwide. These primary publications are selected for indexing by ***Periodica Islamica*** on the basis of their significance for religious, cultural, socioeconomic and political affairs of the Muslim world.

Periodica Islamica is the premiere source of reference for all multi-disciplinary discourses on the world of Islam. Browsing through an issue of ***Periodica Islamica*** is like visiting your library 100 times over. Four times a year, in a highly compact format, it delivers indispensable information on a broad spectrum of disciplines explicitly or implicitly related to Islamic issues.

If you want to know the Muslim world better, you need to know ***Periodica Islamica*** better.

Founding Editor-in-Chief ❑ Dr. Munawar A. Anees
Consulting Editor ❑ Zafar Abbas Malik
Periodica Islamica, 31 Jalan Riong
Kuala Lumpur-59100, Malaysia

America Online • draneesl
CompuServe • dranees
Delphi • drmanees
InterNet • dranees@klcyber.pc.my
URL • http://www.ummah.org.uk/dranees/periodica/

PERIODICA ISLAMICA

Subscription Order Form

Annual Subscription Rates
❑ Individual US$40.00 ❑ Institution US$249.00

Name ______________________

Address ______________________

City, State, Code ______________________ Country ______________

❑ Bank draft ❑
❑ coupons ❑
❑ Money order ❑

❑❑❑❑-❑❑❑❑-❑❑❑❑-❑❑❑❑

Expiration date ______________

Signature ______________

BY PHONE — To place your order immediately telephone (+60-3) 282-5286

BY FAX — To fax your order complete this order form and send to (+60-3) 282-8489

BY MAIL — Mail this completed order form to ***Periodica Islamica***

SUBSCRIBERS IN MALAYSIA MAY PAY AN EQUIVALENT AMOUNT IN RINGGIT (M$) AT THE PREVAILING EXCHANGE RATE

Subscribe Now! Subscribe Now! Subscribe Now! Subscribe Now!